پروفیسر خالد شبیر احمد

احرار......ایک تحریک!

مجلس احرارِ اسلام کا نام زبان پر آتے ہی فضا میں ارتعاش سا محسوس ہوتا ہے دل، جذبۂ حُریت کے تقدس میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ تصوّر و تخیل میں، جرأت و حمیّت، اکابرِ احرار کا طواف کرتی نظر آتی ہے دل و دماغ احرار کے احترام میں سرنگوں ہو جاتے ہیں، اور خیال غیرت کا دامن تھامے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی سمت کشاں کشاں لے جاتا ہے کہ جن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اکابرِ احرار اور رضا کارانِ احرار نے سرزمین پاک و ہند پر اپنی قوتِ ایمانی سے، جانفشانی، ایثار و قربانی کے وہ نقوش چھوڑے ہیں کہ رہتی دنیا تک یہ نقوش اہل ایمان کے لیے مشعلِ راہ بن کر انہیں کچھ کر گذرنے پر اُکساتے رہیں گے اور حق و صداقت پر مر مٹنے کا درس دیتے رہیں گے۔

زمانہ ہزار کروٹ بدلے۔ تاریخی تحریفات اپنی مصلحتوں کا دل رکھنے کے لیے تاریخ کا چہرہ مسخ کرنے کے لیے جتنی چاہے کوشش کرے۔ یہ بات اپنی جگہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی ذی شعور انکار تو کیا انکار کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا کہ احرار کا یہ قافلۂ اہل جنوں محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے جبر کی ہر قوت سے دیوانہ وار لڑ گیا۔ نتائج کی پروا نہ کرتے ہوئے وقت کی سولی پہ رقص تو کر گیا۔ لیکن زمانے کی ستم رانیوں کے آگے سرنگوں نہیں ہوا۔ سطوتِ افرنگ اُن کے حریت پناہ ارادوں کو مُسخّر نہ کر سکی۔ سیم و زر کی چمک اُن کی عقابی نگاہوں کو خیرہ کرنے میں ناکام رہی۔ مصائب و آلام اُن کے پُرشکوہ عزائم کی تپش میں موم کی طرح پگھل گئے۔ اور بالآخر یہ قافلہ اہلِ جنوں و غیرت اپنی بے سرو سامانیوں کے باوجود اپنی منزل مقصود یعنی آزادی کی منزل تک پہنچ کر ہی رُکا۔ اس وطن کو آزادی سے ہمکنار کرنے کے لیے نہ جانے کتنے احرار رضا کاروں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ نہ جانے کتنی جوانیاں موت کی پُر خار اور مہیب وادی سے گذرتی ہوئی راہِ ابد کو روانہ ہو گئیں۔ قید و بند تعزیر و سلاسل کے نہ جانے کتنے سلسلے راہ میں رکاوٹ بنے، لیکن یہ احرار جانباز جنہیں سپاہِ محمد ﷺ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اپنے مقصد کے حصول کے لیے سینہ سپر ہی رہے اور اپنے مقدس خون سے وقت کی پیشانی پر یہ تحریر لکھ گئے ؎

ہم زینتِ فسانۂ جاناں بنے رہے
جذب و جنون و عشق کا عنواں بنے رہے
زیرِ قدم رہا ہے حوادث کا سلسلہ
یوں جرأتوں کا شُعلۂ پرّاں بنے رہے

احرار نے جہاں ایک طرف اپنی پوری قوت کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑی وہیں اسی سرزمین پاک و ہند پر اسلام کے دفاع، مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ، عظمتِ اسلام کی پاسداری اور تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ سے وفاداری کے لیے بھی سردھڑ کی بازی لگادی۔ جو عقیدت مجلس احرار کو من حیث الجماعت حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ہے وہ فقید المثال ہی نہیں لازوال بھی ہے۔ تاریخ کے اوراق اس عقیدت و محبت سے منوّر ہیں۔ جس کی ایک ایک سطر عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا پیغام اور پیغام نبوت کا اعلان ہے۔ ہر تحریک کے مشکل موڑ پر احرار کو اپنے اللہ کی مدد اور حضور ﷺ سے محبت اور عقیدت ہی سہارا دیتی رہی۔ خود قادیانیت کے خلاف احرار کی بے مثال اور عظیم الشان جنگ' حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عشق کی ایک لاجواب داستان بھی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اغیار کی یہ خواہش اور سازش ہے کہ مسلمانوں کا حضور ﷺ سے رشتۂ عقیدت و محبت ختم کر دیا جائے۔ ایک مسلّم امر ہے اسی طرح اس کے جواب میں مسلمانوں کا یہ فیصلہ بھی مسلّم اور حتمی فیصلہ ہے کہ ہر مسلمان ہر ابتلاء کو خوشدلی کے ساتھ قبول تو کر سکتا ہے لیکن حضور اکرم ﷺ سے عقیدت پر کوئی آنچ آئے' اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ کہ یہی اساسِ دین، یہی تقاضۂ ایمان، یہی منتہائے عبادت، یہی وجۂ شہادت، یہی منشاء خدا، یہی رمزِ وفا، یہی رازِ بقا، یہی ہماری آن، یہی ہماری شان، یہی منبعٔ عقیدت ہے جس سے اعمال و کردار کے وہ سوتے پھوٹتے ہیں جو دینِ اسلام کا مقصود اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا کا سبب ہے ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیت !

احرار ایک جماعت بھی ہے اور ایک تحریک بھی، تحریک انگریز اور امریکہ کے حواریوں کے خلاف، تحریک سیاہی میدان میں سیاہی مداریوں کے خلاف، مجبور و مظلوم انسانوں کی بے بسی کا مذاق اُڑانے والوں کے خلاف، غریب انسانوں کے ارمانوں کا خون کر کے دادِ عیش و عشرت دینے والوں کے خلاف اُن سرمایہ پرستوں کے خلاف جن کے محلات میں گھی کے چراغ جلتے ہیں مگر جو غریب کی کٹیا میں مٹی کا دیا جلتے نہیں دیکھ سکتے۔ جن کے کتے اطلس و کمخواب میں سوتے ہیں لیکن جو غریب کی بیٹی کے سر پر دوپٹہ نہیں دیکھ سکتے۔ جو اپنے جوتے کی چمک کو برقرار رکھنے کے لیے غریب کے چہرے کی چمک اُڑا لیتے ہیں۔ احرار ایک تحریک ہے۔ وڈیروں اور جاگیرداروں کے خلاف جو انگریزی جبر و استبداد کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے رہے اور اُن کے مظالم پر تحسین و آفرین کے ڈونگرے برساتے رہے۔ احرار ایک تحریک ہے، اُن اُمراء و رؤسا کے خلاف جنہوں نے انگریز کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے وطن کے سرفروشوں کا مذاق اُڑایا۔ انگریزی اقتدار کو رحمتِ خداوندی قرار دیا۔ جو انگریزی اقتدار کے استحکام کا باعث بن کر اپنی اس غداری پر ان سے جاگیریں حاصل کرتے رہے، احرار ایک تحریک ہے، اُن جاگیرداروں کی اولاد کے خلاف جو آج ہمارے اس ملک پر محض اپنی معاشی بالادستی کے

بل بوتے پر قابض ہو کر اس ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ ایسے تمام جاگیرداروں، سرمایہ داروں کا وجود اس دھرتی پر بوجھ ہے۔ یہ تمام لوگ اپنی خصلت، اپنی ناپاک مساعی اور مکروہ فکر کی وجہ سے باعثِ صد مذمت ہیں، جو امریکہ کے ذہنی غلام ہیں۔ جن کی تمام تر ذہنی صلاحیتیں امریکہ اور برطانیہ کے در کا ہر وقت طواف کرتی رہتی ہیں۔ جنہیں خدا کی خوشنودی کا خیال تک نہیں جو اپنی زندگی کا ماحصل صرف برطانیہ اور امریکہ کی خوشنودی کو گردانتے ہیں۔ ایسے تمام لوگ، ایسا تمام طبقہ اپنی خصلت کے اعتبار سے قادیانیوں کی طرح قابلِ مذمت ہیں۔ جاگیردار اور قادیانی ایک ہی ہیں دونوں ہی انگریز کا خود کاشتہ پودا ہیں۔ دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ دونوں ایک ہی طاقت کے ٹاؤٹ اور گماشتے ہیں۔ دونوں کے خلاف احرار پچھلی پون صدی سے نبرد آزما ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں گروہ احرار کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ دونوں نے احرار کو کبھی معاف نہیں کیا۔ ان کی مخالفت احرار کے لیے توشۂ آخرت اور ذریعہ نجات ہے۔ احرار کو اس بات پر فخر ہے کہ انگریز اور امریکہ کے ان دونوں گماشتوں یعنی جاگیرداروں اور قادیانیوں کے دل میں احرار کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔ انہوں نے احرار کا راستہ روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن احرار کا یہ قافلہ ان سے نہ رُک سکا اور سوئے منزل آج بھی رواں دواں ہے ؎

ہم نے لہو کو اپنے، فضا میں اُچھال کے
لکھے ہیں تذکرے دلِ وقف ِملال کے
تھے آشنا جنون سے رُکتے بھلا کہاں ؟
لگتے رہے گو زخم زمانے کی چال کے

احرار نے اپنے آغازِ سفر میں ہی یہ بات واضح کر دی تھی کہ ہم ہندوستان کی آزادی کی کوشش اس طور کرنا چاہتے ہیں کہ غریبوں، مفلسوں، محنت کشوں اور مظلوم انسانوں کی سرمایہ پرستوں سے آزادی کا بھی اہتمام ہو سکے (جو ابھی تک نہیں ہوا)۔ مجلس احرار اسلام اس کے لیے اپنے پورے وسائل اور پوری صلاحیتوں کے ساتھ اس کے لیے کوشاں ہے۔ مولانا مظہر علی اظہرؒ نے ۱۱ر جولائی ۱۹۳۱ء میں حبیبہ ہال لاہور میں جماعت احرار کے پہلے باضابطہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے کہا تھا۔

> ’’ہندوستان کے مدعیانِ قوم پرستی کو ابھی یہ سبق پڑھانے کی ضرورت ہے کہ دنیا امیروں کی جولانگاہ نہیں، اس میں غریبوں کا بھی حصہ ہے۔ بلکہ اگر حق رائے دہی اور حکومت کی ضرورت ہے تو غریبوں کو، امیر تو خود اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اپنے لیے حفاظتِ صحت کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ جائیداد کی حفاظت کے لیے پہریدار مقرر کر سکتے ہیں۔ اپنی اولاد کو تعلیم دے سکتے ہیں۔ لیکن غریب ہی ہیں، جنہیں نہ آج تک تعلیم دی گئی، نہ ان کے لیے حفظان صحت کا بندوبست کیا گیا۔ نہ ان کی روزمرہ زندگی ہی انسانوں کی زندگی کہلا سکتی

ہے۔ بلکہ امیروں کے کتے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں سے بہتر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اگر اس نظام کو قائم رکھنا ہے جو سرمایہ داری کی شان اپنے اندر رکھتا ہے اور غریب کو کچل کچل کر مالا مال کرتے ہیں۔ منہمک ہیں تو برطانوی کارتوس اور بم کچھ عرصہ تک یقیناً ابھی غریبوں کو خاموش رکھ سکیں گے اور ہندو اور سکھ سرمایہ پرستی اسی امید پر ادھار کھائے بیٹھی ہے۔ مگر نوع انسانی کے غریب لیکن محنت کش افراد ہمیشہ کے لئے قعرِ مذلت میں نہیں رہ سکتے۔ اگر پنجاب میں غریب طبقہ میں مسلمانوں کی نمائندگی زیادہ ہے تو باقی صوبوں میں غریب ہندوؤں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ قوم کے بہترین افراد کو جو شب و روز محنت کرتے ہیں اور اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے بھی اکثر محروم رکھے جاتے ہیں۔ جنہیں نہ گرمی میں شملہ، ڈلہوزی اور مری کی ٹھنڈی ہوائیں نصیب ہوتی ہیں، نہ سردیوں میں دہکتی ہوئی انگیٹھیوں کے سامنے بیٹھنا مل سکتا ہے، نہ بادِ باراں کے موسم میں کہیں سر چھپا کر بیٹھنے کی توفیق ہوتی ہے۔ انہیں ہمیشہ اپنی اغراض کے لیے استعمال کرنا' انہیں شرف انسانیت سے محروم رکھنا ''احسن تقویم'' کی ہوئی دنیا کو ''اسفل السافلین'' میں رہنے پر مجبور کرنا۔ بالآخر آج نہیں تو کل کے سرمایہ دار فوقیت یافتہ طبقہ کے لیے ہی نہ صرف خطرناک بلکہ مہلک ثابت ہوگا۔ آج وقت ہے کہ قوم کے ہر طبقے کو فراخ حوصلگی سے مواقع ترقی دیئے جائیں۔ غریبوں، کمزوروں، جاہلوں بلکہ گناہ گاروں کی خبر گیری کی جائے۔ تاکہ وہ آسانی سے خواص انسانی حاصل کر کے مادرِ وطن کے لیے زینت اور فخر کا باعث ہوں۔ لیکن اگر حکومت کی مشینری اس لیے چلائی جاتی ہے کہ غریب محنت کرے اور سرمایہ دار عیش اڑائے۔ مقروض کمائے اور قارض سب کچھ سود میں اڑا لے جائے۔ عوام الناس بیکار ہوں اور جرم و گناہ کی زندگی بسر کریں اور امراء و رؤساء انہیں سزا دینا ہی اپنا فرض سمجھیں۔ ان کی مشکلات کو حل کرنے کی دردسری اپنے ذمے نہ لیں تو جماعتی جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہے گا۔

ہم اب بھی آزادی کے لیے تہہ دل سے کوشش کریں گے۔ لیکن ہماری کوشش غریبوں، مفلسوں، محنت کشوں، مظلوموں اور ستم رسیدوں کی آزادی کے لئے ہوں گی۔ ہم نئی بادشاہتیں، نئے راج، نئی نوابیاں اور نئے ساہوں کارے دیکھ کر خوش نہیں ہو سکتے۔ ہم خود دولت اور امیری کے دلدادہ نہیں اور نہ آئندہ امیرانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اس لیے جہاں ہم نے آج تک برطانوی ملوکیت اور سرمایہ داری کا ساتھ دینا ضعفِ ایمانی سمجھا ہے۔ اسی طرح ہندوستانی سرمایہ داری کے ہاتھ میں کھیلنا ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ اگر ہمارے سرمایہ دار بھائی ہمیں اپنے جال میں پھنستا نہ دیکھ کر جوشِ غضب میں آئیں تو ہم مردانہ وار مسکرا کر اپنی راہ پر چلتے جائیں گے۔''

پچھتر برس پہلے کے اس خطبے کے ایک ایک لفظ کا بڑے غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد احرار کی تحریک کا

اگر غیر جانب داری سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح طور پر اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ احرار کا سب سے بڑا قصور غریب طبقے کی بہتر زندگی کا مطالبہ ہے۔ جو سرمایہ داروں کو نہ قیامِ پاکستان سے پہلے قبول تھا نہ آج قبول ہے۔ قیامِ پاکستان سے پہلے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں جماعتیں بنیادی طور پر سرمایہ پرستوں کی جماعتیں تھیں۔ جن کا خمیر ایسی مٹی سے اٹھایا گیا تھا جس کا ایک ایک ذرہ سرمایہ داروں کا مرہونِ منت تھا۔ کانگریس کو پنپنے کے لیے آب و دانہ ''برلا اور ٹاٹا'' جیسے سیٹھوں سے میّسر آتا تھا اور کانگریس کے پورے نظام پر پنڈتوں اور پروہتوں کا قبضہ تھا۔ وہ کسی ایسے فرد کو آگے لانے کے لیے تیار نہ تھے، جس کے تعلق کی ڈور غریب خاندان سے بندھی ہو۔ اسی طرح مسلم لیگ میں بھی بنیادی طور پر اسی قماش کے لوگ آگے تھے جن کا تعلق مجموعی طور پر سرمایہ پرستوں کی مکروہ جماعت سے تھا۔ جن کی قابلیت، صلاحیت کا حدود اربعہ سرمایہ کی حدود میں ہی محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ غرضیکہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں، غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی خوشحالی کے تصور سے ہی بدکتی تھیں۔ اور یہی بات احرار کو وقت کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ اور کانگریس سے بہت دور لے گئی۔ اگر چہ یہ دونوں جماعتیں احرار کے خلوص و ایثار کی کمائی کھاتی رہیں۔ کانگریس آزادی کے محاذ پر احرار کی قوتِ کار کا کریڈٹ وصول کرتی رہی اور دینی محاذ پر جتنی بھی تحریکیں احرار کے پلیٹ فارم سے اُبھریں، اُس کا کریڈٹ مسلم لیگ وصول کرتی رہی لیکن اس کے ساتھ احرار کی، یہ دونوں جماعتیں اس بات کو بھی شدت کے ساتھ محسوس کرتی تھیں کہ احرار کا مزاج، احرار کا فکر، احرار کا نصب العین، احرار کا اندازِ کار اُن کے لیے انتہائی خطرناک اور مہلک ہے۔ آج بھی یہی صورت حال ہے۔ احرار دین کے حوالے سے غریبوں کی مضبوط آواز ہے۔ ایک زبردست تحریک ہے' جسے سرمایہ پرست اور اُن کے حواری' دبا دینا چاہتے ہیں لیکن یہ کام وہ نہ پہلے کر سکے ہیں' نہ اب کر سکیں گے۔

اک جنوں کی داستاں ہے داستاں احرار کی
عزم و ہمت ، سرفروشی ، ولولہ ایثار کی
جابجا تاریخ کے اوراق پر لکھی ہوئی
خونچکاں سی اک کہانی لشکرِ احرار کی
ان کے آنگن میں نہ اُتری زر کی کوئی کہکشاں
فقر و مستی ان کا شیوہ ، آن ہیں یہ پیار کی
خالدؔ ان کے دم قدم سے ہے جنوں کو حوصلہ
یہ جماعت ہے روایتِ عشق کے اظہار کی